نذرِ شبلی
اور دوسری نظمیں

○○○

بسم اللہ

الرحمٰن

الرحیم

نذرِ شبلی

اور دوسری نظمیں

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی

ترتیب وتقدیم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

○ کتاب : نذرِ شبلی اور دوسری نظمیں
○ شاعر : ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی
○ مرتبہ : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

NAZR-E-SHIBLI
aur dusari nazmein

by: Dr.Ahmad Ali Barqi Azmi
Compiled by: Dr Mohammad Ilyas Azmi
azmi408@gmail.com
+919838573645
First edition Feb. 2025
Page 74 Rs : 125/-

ملنے کے پتے

○ البلاغ پبلی کیشنز، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی:+919971477664
○ سالم بک ڈپو، تکیہ ایک مینارہ مسجد اعظم گڑھ:+919653026388

ادبی دائرہ

○ شائستہ منزل، ۶۴۱۔غلامی کا پورا (عقب آواس وکاس کالونی)
ضلع اعظم گڑھ، موبائل:+919838573645

○○○

انتساب

نامور صحافی اور محقق و مصنف

ڈاکٹر سہیل انجم

کے نام

غزل

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی

کیف و سرورِ عشق میں بل کھا کے پی گیا
اس کی نگاہ مست سے للچا کے پی گیا
ساقی کے دست ناز میں دیکھا جو جام مے
قابو رہا نہ دل پہ وہاں جا کے پی گیا
مجھ کو جنون شوق میں آیا نہ کچھ نظر
جو کچھ بھی آیا سامنے جھنجھلا کے پی گیا
مجھ کو ازل سے بادۂ عرفاں عزیز تھی
دیوانہ وار اس لئے جا کے پی گیا
ٹوٹے کہیں نہ رند بلا نوش کا بھرم
برقیؔ وفور شوق میں شرما کے پی گیا

○○○

ترتیب

O

ضمیمے

ooo

سرآغاز

O

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی مرحوم سے غایت تعلق کی بنا پر ان کی زندگی ہی میں 'انتخاب کلام برقی' شائع کرنے کا خیال پیدا تھا، مگر یہ دنیا بھی عجیب وغریب جگہ ہے، یہاں سکون سے رہنا اور اپنی مرضی سے کچھ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ سو ہم بھی چاہ کر انتخاب کا یہ کام نہ کر سکے بلکہ اب تک نہیں کر سکے۔ آیندہ خدا جانے کیا ہو۔ اب بھی رہ رہ کر یہ آرزو کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے شخصیات بالخصوص اردو و فارسی اساطین علم وادب پر جو نظمیں لکھی ہیں ان کو یکجا مرتب کر کے شائع کر دیا جائے۔ مرحوم کی بھی یہ خواہش تھی۔ یہ بجائے خود ایک بڑا اہم کام ہے اور ڈاکٹر احمد علی مرحوم کو بہترین خراج عقیدت بھی۔ اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ یہ انتخاب ضرور شائع ہوگا۔

ڈاکٹر احمد علی برقی کے انتقال کے بعد ان کی شخصیت پر راقم نے یکے بعد دیگرے دو مضامین لکھے۔ ایک وفیاتی جو 'بیان رفتگاں' میں شامل ہے، جبکہ دوسرا مقالہ ان کی شبلی شناسی کے جائزہ پر مشتمل ہے اور وہ 'بیان شبلی' حصہ پنجم میں شامل ہے۔ بعدازاں خیال آیا کہ ڈاکٹر احمد علی برقی نے ناچیز اور اس کی جن کتابوں پر اشعار یا نظمیں لکھی ہیں کیوں نہ انہیں برادر گرامی مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی کے سلسلہ تصانیف 'ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی بحیثیت مصنف' کے تحت شائع کر دیا جائے،

لیکن یہ خیال بھی ذہن سے کاغذ پر منتقل نہیں ہوسکا۔ دراصل مولانا محمد عرفات اعجاز صاحب سے کہنے کے جرأت نہ کرسکا۔ آخر میں زیرنظر رسالہ ''نذر شبلی اور دوسری نظمیں'' کا خاکہ ذہن میں آیا اور یہ بآسانی اس لئے مرتب بھی ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب کی تخلیقات میری دسترس سے باہر نہ تھیں۔ کچھ تخلیقات ان کے مجموعہ کلام 'روح سخن' اور 'محشر خیال' سے اور کچھ انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس اور ان کی وال سے نقل کی گئی ہیں۔ وال اور سائٹس پر بکھرے ان کے کلام سے اندازہ ہوا کہ ان کا بہت سا کلام منتشر ہے اور اسے یکجا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس رسالہ میں ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی مرحوم کی وہ تخلیقات جو علامہ شبلی سے متعلق ہیں پہلے ان کو جمع کیا گیا ہے۔ پھر ناچیز کی کتابوں پر ان کے منظوم تاثرات شامل ہیں۔ ان دونوں پہلوؤں سے مرحوم کی شبلی شناسی کے متنوع پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ ابتدا میں ڈاکٹر احمد علی کا تذکرہ موضوع کی مناسبت سے شامل کیا گیا ہے۔ امید ہے ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی یاد میں مرتب کردہ اس رسالہ کو پسند کیا جائے گا۔

۲۰ ردسمبر ۲۰۲۴ء کو غالب ایوارڈ کے لئے ناچیز دہلی میں تھا، اس موقع پر مرحوم کی بہت یاد آئی۔ مرحوم ہمیشہ مجھے دہلی بلاتے بلکہ دہلی آنے کے لئے بہت زور دیتے تھے مگر افسوس اب جب میں آیا تو وہ دہلی کیا دنیا سے منہ موڑ چکے ہیں۔ اسی مسلسل یاد اور کرب جدائی کے کم کرنے کے لئے یہ کتابچہ مرتب کیا ہے۔ ممکن ہے دل کے بہلانے کی یہ ترکیب کام آئے۔

احباب سے ایک مودبانہ گذارش ہے کہ اس رسالہ میں چونکہ دو بے تکلف دوستوں ڈاکٹر احمد علی برقی اور ناچیز کی بہت سی بے تکلفانہ باتیں زیر قلم آئی ہیں۔ اگر کہیں اس میں ''میں خدا تو میرا بندہ''، غلطی سے ہوگیا ہو تو مجھے بندہ وہ بھی گنہ گار بندہ سمجھ کر معاف فرمادیں گے۔ اور اس کے اغلاط سے باخبر کریں گے کہ اسے درست کیا

جا سکے۔

آخر میں ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور آپ سے بھی ان کی مغفرت کی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالی ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس عطا کرے۔ آمین

خاکسار

۹رفروری ۲۰۲۵ء

محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ اعظم گڑھ

◆◆◆

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی

O

ہمارے عزیز دوست، اردو و فارسی کے نامور قادر الکلام شاعر، شعبہ فارسی آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے سابق سربراہ، مترجم اور اناؤنسر ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی (۱۹۵۴-۲۰۲۲ء) نے ۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کو انتقال کیا۔ اس کے بعد سے دو، دو مضامین لکھنے کے بعد بھی وہ کسی نہ کسی بہانے یاد آجاتے ہیں اور ان کی یادوں کے ہجوم میں آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور ہزار باتیں ان کی سادگی و شائستگی، بھلا پن، اور ان کا علم و فضل آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد علی برقی ۴/دسمبر ۲۰۲۲ء کو اعظم گڑھ سے اپنی سسرال جون پور جانے کے لئے نکلے اور ٹریفک کی وجہ سے کئی گھنٹے تاخیر سے پہنچے۔ اگر چہ تکان کی وجہ سے نڈھال تھے لیکن معمول کے مطابق کھانا کھا کر سوئے۔ شب کے پچھلے پہر سینے میں شدید درد اٹھا اور وہ کراہنے لگے۔ ان کے برادر نسبتی آنا فاناً انہیں نزدیکی اسپتال لے گے، جہاں ڈاکٹروں نے ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی منحوس خبر سنا دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بس یہی زندگی ہے یارو۔

اسی دن ۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کو ان کی میت آبائی وطن محلّہ باز بہادر شہر اعظم گڑھ لائی گئی اور بعد نماز عشاء نئے قبرستان (عقب) جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں سیکڑوں

سوگواروں کے درمیان وہ سپرد خاک کردئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس عطا کرے۔ آمین

راقم الحروف اس وقت بمبئی سے اعظم گڑھ کے لئے پا بہ رکاب تھا، راستے بھر رہ رہ کر ڈاکٹر احمد علی برقی کی یادیں ستاتی رہیں، گذشتہ پچیس تیس برسوں سے ہم دونوں کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات اور گہرے مراسم تھے، وہ عمر میں اگرچہ مجھ سے کچھ بڑے تھے لیکن ہم میں بڑی بے تکلفی تھی، جہاں بیٹھ جاتے یا فون پر گفتگو شروع ہوجاتی تو پھر دنیا جہان کی باتیں کرتے، ہمارے درمیان حجاب اور تکلفات نہ تھے، بے لاگ تبصرے اور تجزئے معاصرین کے رویوں اور ناقدین کی بے اعتدالیوں پر جم کر نقد و تبصرے ہوتے اس لئے کہ کسی کو کسی طرح کی گزند کا خطرہ لاحق نہ تھا اور اپنے دل کی باتیں صفائی سے کہہ لیتے ۔ وہ معاصرین کے ستم زدہ تھے اور میں ستم ہائے روزگار کا مارا تھا۔ گویا خوب گذرتی تھی جب دونوں دیوانے مل بیٹھتے تھے۔

وہ جب وطن اعظم گڑھ آتے تو ہم میں ملاقات ضروری تھی۔ وہ اکثر ناچیز کے غریب خانے تشریف لاتے اور جب تک ایک دوسرے کی سرگذشت پوری نہ ہوجاتی ہم باتیں ہی کرتے رہتے۔ وہ بڑے نیک اور شریف الطبع انسان تھے۔ خاکساری اور وضع داری میں بھی یکتا تھے۔ بڑے سے بڑا زہر کا پیالہ خموشی سے پی جاتے اور اف تک نہ کرتے، لیکن اس کا ذکر اکثر ناچیز سے کرتے رہتے تھے۔ دہلی میں چندلوگ ایسے تھے جوان کے ناقد ہی نہیں نکتہ چیں بھی تھے اور طعن وطنز کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی سادگی وشرافت حتیٰ کہ ان کی شاعری پر بھی سخت چوٹ کرتے اور طرح طرح کی خامیاں نکالتے۔ حد تو یہ تھی کے بعض ان کے سامنے علانیہ ان کی دل آزاری کرجاتے مگر بھائی برقی ایک کان سے سنتے اور دوسرے سے نکال دیتے۔ اس کا ایک فائدہ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ

انہوں نے اس کا بوجھ دل پر کبھی نہیں لیا لیکن اب جبکہ ان کا انتقال ہارٹ اٹیک سے ہوا تو خیال گذرتا ہے کہ اثر تو دل ہی پر ہوتا تھا مگر وہ صبر وشکر سے کام لے کر در گذر کر جایا کرتے تھے۔ ایسے نیک اور شریف النفس کو پریشان کرنا گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔ اللہ ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے۔

اس دفعہ وہ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے آئے تھے اور کچھ دن رہنے کا ارادہ تھا۔ مجھے ۲۵؍نومبر ۲۰۲۲ء کو ڈاکٹر معین الدین خاں مرحوم کے یہاں سے فون کیا، جہاں وہ اپنے ایک عزیز دوست ڈاکٹر نوشاد خاں کی وفات پر تعزیت کے لئے پہنچے تھے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ میں نے بتایا بمبئی تو کہنے لگے اچھا ہوا کہ میں نے فون کرلیا، میں آپ ہی کے پاس آرہا تھا۔ خیر ابھی میں ایک ماہ رہوں گا، ایک شادی میں آیا ہوں۔ آپ آیئے تو پھر ملاقات ہوگی۔ ہمیں یا انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ہم دونوں کے درمیان آخری گفتگو ہے:

اب اسے ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

میں ۴؍دسمبر [۲۰۲۲ء] کو ممبئی میں دن بھر ڈاکٹروں کے یہاں مارا مارا پھرا اور رات میں سارے کام نپٹا کر گھر پہنچا کہ صبح اعظم گڑھ کے لئے روانگی ہے۔ سونے کی تیاری کررہا تھا کہ فیس بک پر ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی ایک پوسٹ آگئی جو انہوں نے شاعر انقلاب جوش ملیح آباد کے یوم پیدائش ۵؍دسمبر کی مناسبت سے لگائی تھی۔ وہ نظم درج ذیل ہے:

جوش تھے دنیائے اردو کا وقار — ہے جو ان کے فکر وفن سے آشکار
آج ہے تو م تولد جوش کا — شخصیت ہے جن کی فخر روزگار
زندۂ جاوید ہے ان کا کلام — تھے وہ اقلیم سخن کے تاجدار
جن کو اردو شاعری سے ہے شغف — یاد آئیں گے انہیں وہ بار بار

کرتے تھے الفاظ سے بازی گری — تھی عروس فکر وفن ان پر نثار
تھے ملیح آباد کی وہ آبرو — ہے جہاں محفوظ ان کی یادگار
ہے جنہیں تنقید شعری کا شعور — داد ان کو کیوں نہ دیں بے اختیار
میں بھی ہوں ان کا اک ادنی قدرداں
جن کے ہیں مداح برقی بے شمار

اس کے بعد ڈاکٹر احمد علی برقی نے اپنی ایک غزل مسلسل پوسٹ کی جو ۶؍ دسمبر ۱۹۹۲ء کے سانحہ شہادت بابری مسجد ایودھیا کے متعلق ہے، یہ ان کی آخری پوسٹ ثابت ہوئی۔ وہ بھی ملاحظہ ہو:

قصر دل پہ انہوں نے کر کے وار — کردیا خانہ خدا مسمار
بچ کے جائیں گے وہ کہاں آخر — وقنا ربنا عذاب النار
بحر ظلمات میں ہے کشتی دل — موجزن ہے یہ دیدۂ خوں بار
مٹ گئے اپنے دور کے فرعون — کام آئے نہ درہم و دینار
رنگ لائے گا خون ناحق جب — نہ ملے گی کہیں بھی راہ فرار
خود کو محفوظ جو سمجھتے تھے — نہ ملا ان کو سایہ دیوار
ہے طلوع وغروب سے یہ عیاں — کار فرما ہے وقت کی رفتار
آیا پیک اجل گیا لے کر — ہوگئیں ساری کاوشیں بے کار
لے گا اس کا قصاص ان سے ضرور
داور حشر قاہر و جبار

اس غزل میں سہل ممتنع کے کیسے کیسے عمدہ نمونے آگئے ہیں۔

۵؍ دسمبر ۲۰۲۲ء کو علی الصبح ڈاکٹر احمد علی برقی کے حادثہ وفات کی خبر آگئی جو دل ودماغ پر صاعقہ طور بن کر گری اور میں نے ہائے ہائے کر بچوں کو جو سفر میں ساتھ

تھے، اس غم انگیز سانحہ کی خبر دی۔ اہلیہ بھی ساتھ تھیں وہ تو بالکل گھبرا گئیں، ہماری اور ڈاکٹر احمد علی برقی کی دوستی کا ان کو بخوبی علم تھا۔ اب ہم ان کا ماتم کرتے ہوئے اعظم گڑھ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے بھر انہی کا ذکر خیر اور ماتم کرتا رہا۔ متعدد احباب فون سے اس غم انگیز واقعہ کی خبر دیتے رہے۔ شام ہوئی تو دل میں ایک عجب سی کسک پیدا ہوئی، اعظم گڑھ میں اردو و فارسی کے اس بانکے شاعر کی تدفین کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور میں ان کے آخری دیدار سے بھی محروم تھا۔ میری رہائش سے چند قدم کے فاصلہ پر ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی ابدی زندگی کے لئے خاک نشیں ہوئے۔ اے اللہ تو ڈاکٹر احمد علی برقی کی مغفرت فرما۔ ان کی بشری لغزشوں سے درگذر کر اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین

ڈاکٹر احمد علی برقی، اعظم گڑھ کے ایک انتہائی ممتاز، نامور، قادرالکلام شاعر اور استاد الاساتذہ رحمت الٰہی برق اعظمی (۱۹۱۱- ۱۹۸۴ء) کے صاحب زادے تھے، جن کا تعلق دبستان داغ سے تھا اور جو نوح ناروی (۱۸۷۸-۱۹۶۲ء) کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بڑی زبردست شاعری کی۔ کئی مجموعہ کلام میں ایک 'تنویر سخن' ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔ جسے ڈاکٹر احمد علی برقی ہی نے شائع کرایا تھا اور جو دراصل برق اعظمی کے کلام کا ایک انتخاب ہے۔

ڈاکٹر احمد علی برقی ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو شہر اعظم گڑھ کے محلّہ باز بہادر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درجہ پانچ تک کی تعلیم محلّہ باغ میر پیٹو (آصف گنج) کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر شبلی نیشنل ہائر سکنڈری اسکول اعظم گڑھ سے ۱۹۶۹ء میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اس کے بعد شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ سے ۱۹۷۱ء میں انٹرمیڈیٹ، ۱۹۷۳ء میں بی اے اور ۱۹۷۵ء میں ایم اے اردو اور ۱۹۷۶ء میں بی ایڈ کی اسناد حاصل کیں۔ اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں وہ دہلی چلے گئے اور جواہر لعل نہرو یونیورسٹی

سے فارسی میں ایم اے اور ایک عرصہ بعد ۱۹۹۶ء میں پی ایچ ڈی کی سند لی۔ اپنے تحقیقی مقالہ کے سلسلہ میں وہ ایران وافغانستان گئے اور نہ صرف فارسی شعر وادب کے اسکالرس اور محققین سے ملے بلکہ شعرائے عجم کے ناموروں کے مزارات کی بھی زیارت کی اور فاتحہ پڑھ کر خراج عقیدت کا اظہار کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ انہیں اردو کے ساتھ فارسی زبان وادب سے بچپن ہی سے انہیں دلچسپی تھی اور انہوں نے فارسی بھی بچپن ہی میں درجہ تین سے پڑھی تھی۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی جب ایم اے اردو کے طالب علم تھے، اس وقت دارالمصنّفین کے ناظم مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے (۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء) وفات پائی۔ اس دور طالب علمی میں انہوں نے فارسی میں ان کا قطعہ تاریخ لکھا۔ اسے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دور طالب علمی میں ان کی ادبی و شعری اٹھان کیسی تھی۔

عالم بے بدل معین الدین	زیں جہان غم و صعوبت رفت
در مشامش چو بوئے یار آمد	سوئے باغ جناں بسرعت رفت
فاضل عصر و نازش دوراں	بلبل گلشن فصاحت رفت
تاجدار قلمرو دانش	خسرو کشور صحافت رفت
سر گروہ اہالیان ادب	نیر آسماں شہرت رفت
حامل زہد و اتقا و شرف	صاحب غرو شان و شوکت رفت
نیک دل نیک ذات نیک صفات	مصدر علم و فضل و حکمت رفت
مونس و مشفق صباح الدین	پاک طینت فرشتہ خصلت رفت
غم گسار ضیا انیس نعیم	پیکر مہر و لطف شفقت رفت
گفت باری بچشم تر ز کلیم	از جہان پیکر شرافت رفت

سر اعدا بریدہ گفت احمد
عالم نیک دل بہ جنت رفت

۱۳۹۴ھ

ڈاکٹر احمد علی برقی کی عملی زندگی کا آغاز ایران کلچرل ہاؤس نئی دہلی کی لائبریری میں ملازمت سے ہوا۔اس کے بعد۱۹۸۳ء میں وہ آل انڈیا ریڈیو کے شعبہ فارسی سے وابستہ ہوئے اور۳۱/سال ملازمت کے بعد۲۰۱۴ء میں بحسن وخوبی سبکدوش ہوئے لیکن ذمہ داروں کی خواہش پر وہ اسی شعبہ میں جز وقتی کام کرتے رہے تھے۔ دراصل انہیں نہ صرف فارسی زبان وادب پر بلکہ موجودہ دور کے ایرانی لب ولہجہ میں گفتگو پر کمال دسترس حاصل تھی،جس کا شعبہ میں کوئی بدل نہیں تھا،ہم جب کبھی ڈاکٹر احمد علی برقی کی آواز ریڈیو پر سنتے تو حیرت سے غور کیا کرتے کہ آیا یہ وہی ہمارے دوست ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی آواز ہے؟بالکل ایرانی لب ولہجہ،کبھی کبھی فرمائش کرکے ان سے جدید فارسی کا ہم لوگ لطف بھی اٹھایا کرتے تھے۔آہ! احمد علی کے جانے سے ہم نے کیا کیا کھویا ہے وہ رہ رہ کے یاد آئے گا اور ہمیں رلائے گا۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت اس ادبی و شعری فضا میں ہوئی جو ان کے والد کی بدولت قائم ہوئی تھی۔اس وقت اعظم گڑھ میں شعر وادب کا جو ماحول تھا اور ہر طرف شعر وادب کے چرچے تھے وہ اپنی جگہ خود ان کا پورا گھرانہ صہبائے شعر وادب سے مخمور وسرشار تھا۔ان کے والد کی بدیہہ گوئی، شعری محفلیں،تلامذہ کی آمد ورفت،اصلاح سخن کے چرچے،اور پھر برادران برقی کی شعر گوئی اور سخن فہمی کا ایک عجب ہالہ تھا،جس کے حصار میں ڈاکٹر احمد علی کا بچپن اور شباب گذرا اور مذاق شعر وشاعری پروان چڑھا۔

احمد علی نے اپنے والد کا حقہ بھی جلایا اور چلم بھی چڑھائی اور ان سے اصلاح

سخن بھی لی۔ ایک ڈاکٹر احمد علی برقی ہی کیا بلکہ اعظم گڑھ، جون پور اور قرب و جوار کے متعدد شعرا ان سے فیض یاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر احمد علی بچپن ہی میں شعر کہنے لگے اور پھر مدۃ العمر دادِ سخن دیتے رہے اور اپنی آخری سانس تک شعر و شاعری کے گیسو سنوارتے رہے۔ انتقال سے چند ساعت پہلے دنیا کو جو چیز انہوں نے پیش کی وہ ان کی ایک غزل مسلسل ہے۔ ڈاکٹر احمد علی برقی نے خود اپنا منظوم تعارف لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

آن لائن کر رہا ہوں ان دنوں میں شاعری
میرے والد برق تھے اور میں ہوں برقی اعظمی
شہر اعظم گڑھ ہے یوں تو میرا آبائی وطن
مستقل دہلی میں کرتا ہوں بسر اب زندگی
شبلی کالج تھا وطن میں میری علمی زادگاہ
فارسی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی جے این یو سے کی
ریڈیو کے فارسی شعبے سے تھا منسلک
تھا جہاں نشر و اشاعت میرا فرض منصبی
میری سوشل میڈیا ہے ان دنوں اپنی شناخت
غم غلط کرتا ہوں اپنا کرکے جس پر شاعری
یوں تو دنیا بھر میں ہیں میرے ہزاروں قدرداں
میر کی دلی میں ہوں لیکن شکار بے رخی
میرے رخش فکر کی مہمیز ہیں اہل قلم
قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری
آج قرب و بعد میں کوئی نہیں ہے فاصلہ

اپنی انٹرنیٹ سے ہے اہل نظر سے دوستی
میری اپنی زندگی کی ہے بس یہی ہے سرگذشت
گامزن ہے سوئے منزل کاروان زندگی
من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو
کہتے ہیں اک دوسرے سب یہ برقی اعظمی

ڈاکٹر احمد علی برقی نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ نظموں اور غزلوں کے علاوہ قطعات ورباعیات بالخصوص قطعہ تاریخ کہنے میں وہ بڑی مہارت رکھتے تھے۔ یادرفتگاں اور وفیات ان کے دو بڑے اہم سلسلہ شاعری تھے اور چونکہ وہ بڑے پرگو بلکہ زودگو تھے، اس لئے ان کی شاعری اور سخنوری کا سرمایہ تعداد میں بھی زیادہ ہے۔ کاش ان کی یہ ادبی کاوشیں کسی طرح محفوظ ہوکر منظر عام پر آجاتیں۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی نے اردو اور فارسی کے مشاہیر شعرا وادبا پر ایک سلسلہ منظومات یاد رفتگاں شروع کیا تھا اور دیکھتے دیکھتے سیکڑوں مشاہیر نظم ونثر پر تخلیقات کا ایک انبار لگادیا۔ ان میں امیر خسرو دہلوی، ولی دکنی، میر وغالب، سرسید، محسن الملک، حالی وشبلی، بابائے اردو، جگر، فراق وفیض، جوش ومجاز، مجروح، انشاء، شکیل بدایونی، پروین شاکر، ناصر کاظمی کے علاوہ اردو وفارسی کے تمام مشاہیر شعر وسخن شامل ہیں۔ اگر ان منظومات کو سنہ وار یکجا کردیا جائے تو اردو شعر وادب کا ایک منظوم مرقع سامنے آجائے گا، جو کئی جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

اپنے وطن اعظم گڑھ کی متعدد نامور شخصیات پر بھی انہوں نے نظمیں کہی ہیں۔ اپنے والد رحمت الٰہی برق اعظمی کے علاوہ علامہ شبلی، اقبال احمد خاں سہیل، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، کیفی اعظمی اور مومنہ خاتون (علامہ شبلی کی پوتی) وغیرہ چند کے نام اس وقت یاد آرہے ہیں۔ بطور نمونہ اقبال احمد سہیل

پران کی نظم یہاں نقل کی جاتی ہے:

آبرو تھے شہر اعظم گڑھ کی اقبال سہیل
موج کوثر نعت گوئی کا ہے جن کی شاہ کار
جملہ اصناف سخن پر تھا انہیں حاصل عبور
ندرت فکر و نظر میں تھے وہ فخر روزگار
شعر پڑھتے تھے عدالت میں بھی اکثر فی البدیہہ
شہر کے نامی وکیلوں میں بھی تھا ان کا شمار
مرجع اہل نظر ہوں کیوں نہ افکار سہیل
بحر ذخار ادب کی تھے وہ در شاہوار
یوں تو اعظم گڑھ کا ہر ذرہ ہے مثل مہر و ماہ
جس کا اک ادنی سخنور آج ہے یہ خاکسار
جس کی سوشل میڈیا پر صرف ہے اپنی شناخت
جس کی تخلیقات ہیں عرض ہنر کی یادگار
اس کے والد برق تھے اور یہ ہے برقی اعظمی
اپنے آبائی وطن کا جو بڑھاتا ہے وقار

مختلف ادبی مراکز دہلی، لکھنو، دکن بھوپال، وغیرہ پر بھی انہوں نے نظمیں لکھی ہیں جو بہت متاثر کرتی ہیں۔ اپنے وطن اعظم گڑھ سے انہیں بے حد لگاؤ تھا، چنانچہ متعدد نظمیں اس سے متعلق کہی ہیں۔ یہاں کے علمی و تعلیمی اداروں دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، شبلی نیشنل کالج وغیرہ پر بھی کئی کئی نظمیں لکھی ہیں۔ ایک نظم خاص طور پر نظام آباد کے مٹی کے برتنوں پر بھی کہی ہے۔

اردو کے ساتھ فارسی میں بھی ڈاکٹر احمد علی برقی نے داد سخن دی ہے۔ یہاں

ان کی ایک فارسی غزل اس لئے درج کی جاتی ہے کہ ان کی فارسی شاعری کا پرتو سامنے آجائے۔

ہستم در انتظار تو اے جان من بیا
اے رشک گلعذار بیا در چمن بیا
دامن کشاں مرد ز دل بے قرار من
با صد خرام ناز چو سرو و سخن بیا
صبر آزما است در شب ہجرم فراق تو
ای آنکہ دوست دارمت از جان وتن بیا
ہستم و چار گردش آشوب روز گار
زاں پیشتر نہفتہ شوم در کفن بیا
ناگفتنی است آنچہ کہ گذرد بہ حال من
سوز دروں شنیدہ غریب الوطنی بیا
روز یکہ زیر سایہ زلفت گذشتہ است
ہمراہ خود بہ خوشبوئے مشک ختن بیا
برقی برای دیدن تو جان بلب شدہ
تو ہم برای دیدنم ای گلبدن بیا

علاوہ ازیں ڈاکٹر احمد علی برقی نے متعدد فارسی شعرا کے کلام کو اردو کا منظوم جامہ پہنایا ہے۔اس فن میں وہ خاص مہارت رکھتے تھے۔اس میں سر سید حالی اور شبلی کا کلام میری نظر سے گذرا ہے۔

اسی طرح بعض اردو شعرا کے کلام کو فارسی میں منتقل کیا ہے۔ایک بار انہوں نے علامہ شبلی کی شخصیت اور فکر وفن پر اردو میں ایک نظم کہی اور مجھے تار سے بھیجی ۔

واٹسپ کا زمانہ ابھی نہیں آیا تھا، میں نے ازراہ مذاق کہہ دیا کہ اردو میں کہا تو کیا کمال ؟ فارسی میں کہئے۔ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ ان کا دوبارہ فون آیا، میں نے فارسی نظم بھیج دی ہے۔اب میں پھر واپس گیا اور وہ نظم جب پرنٹ کرائی تو معلوم ہوا کہ چندمنٹ پہلے جو اردو نظم بھیجی تھی یہ اس کا منظوم فارسی ترجمہ ہے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

ڈاکٹر احمد علی برقی کے دوشعری مجموعے ''روح سخن'' اور ''محشر خیال'' شائع ہوئے۔ضخیم ہونے کے باوجود دونوں نے مقبولیت حاصل کی اور ارباب شعروادب کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔اگر ان کی ادبی باقیات کی جمع وتدوین کی جائے تو اس کی بھی کئی جلدیں شائع ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی سے میرے تعلقات کب قائم ہوئے کچھ یاد نہیں ہے چونکہ خط وکتابت کا سلسلہ ہم میں نہیں رہا اس لئے قطعیت سے کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔البتہ یہ ضرور یاد آتا ہے کہ جب میں گاؤں میں رہتا تھا تب بھی ان سے تعلق تھا، گویا کم از کم ۳۰ یا ۳۵ سال سے ان سے روابط قائم تھے، اپنے والد رحمت الٰہی برق اعظمی کا مجموعہ کلام بلکہ انتخاب ''تنویر سخن'' ۲۰۰۳ء میں دہلی میں طبع کرایا تو مجھے بھی ایک نسخے سے سرفراز کیا تھا اور اس پر مضمون بھی لکھوا کر رسائل وجراید اور بعض ویب سائٹس پر پوسٹ کیا تھا۔اب وہ مضمون میرے مجموعہ مضامین 'مطالعات ومشاہدات' میں شامل ہے۔

وہ مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے اور بہت مہربان تھے اور ہمیشہ میرے لئے فکر مند رہتے حتیٰ کہ تعریف وتحسین میں ایسی مبالغہ آمیز باتیں کہا کرتے تھے کہ میں انہیں یہاں نقل بھی نہیں کرسکتا۔ای میل اور بلاگ کا زمانہ آیا تو انہوں نے جی میل

(Gmail) اور یاہو (Yahoo) دونوں پر میری ای میل آئی ڈی بنائی۔ پھر یکے بعد دیگرے دو بلاگ بنائے اور خود ہی اس کو ڈیزائن کیا اور تمام معلومات خود ہی پوسٹ بھی کیں۔ بلاگ تو ختم ہو گیا البتہ ای میل میں اب تک وہی استعمال کر رہا ہوں۔

میرے شخصی مضامین کا پہلا مجموعہ تیار ہوا تو میری بیٹی عفت جہاں (ایم ایس سی میتھ) نے اس کا نام 'آسماں کیسے کیسے' رکھا تھا۔ ڈاکٹر احمد علی برقی اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے۔ میں اس کا ذکر کیا تو اس پر ایک نظم کہی اور میرے بلاگ پر پوسٹ کر دی۔ وہ نظم درج ذیل ہے:

یہاں تھے مکین و مکاں کیسے کیسے — تھے اہل زباں اور بیاں کیسے کیسے
اس اقلیم دانش میں ہر دور میں — سخن سنج اور حکمراں کیسے کیسے
سپہر ادب پر یہاں کے ہمیشہ — ستارے رہے ضو فشاں کیسے کیسے
یہ وہ مرکز علم وفن ہے جہاں تھے — مشاہیر اردو زباں کیسے کیسے
سہیل اور شبلی کی اس سرزمیں میں — ہیں مدفون نام آوراں کیسے کیسے
نہ تھے صرف برق اعظمی اور کیفی — بہت سے تھے ورد زباں کیسے کیسے
انہیں کے محاسن کا ہے یہ مرقع — عیاں اور نہاں تھے یہاں کیسے کیسے
ہے الیاس کا اک اہم کارنامہ — یہ ان کی کتاب آسماں کیسے کیسے
مصنف کے حسن بیاں سے ہے ظاہر — یہاں پر ہیں شیریں بیاں کیسے کیسے
ادب دوستی اس کی ضرب المثل ہے — تھے جس کے یہاں قدرداں کیسے کیسے
ہے اظہر من الشّمس برقیؔ یہاں پر — تھے موجود فخر جہاں کیسے کیسے

یہ کتاب بعد میں ''عظمت کے نشاں'' کے نام سے شائع ہوئی تو اس پر بھی انہوں نے منظوم تاثرات لکھے، پھر یہ ایک سلسلہ قائم ہو گیا کہ جب بھی میری کوئی کتاب شائع ہوتی تو وہ اس کا منظوم تعارف لکھتے یا پھر اپنے منظوم تاثرات لکھ بھیجتے

اور پھر خود ہی اسے فیس بک اور دیگر سائٹس پر پوسٹ بھی کرتے۔اس طرح کم از کم میری دس بارہ کتابوں پر ان کے منظوم تاثرات میرے پاس محفوظ ہیں۔اگر یہاں انہیں نقل کیا جائے تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔پہلے ان کے پڑھنے میں بہت لطف آتا تھا، مگر اب جبکہ ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی نہیں رہے تو ان کو پڑھنے میں دل دکھتا ہے۔اس کی اور کوئی وجہ نہیں بس ڈاکٹر احمد علی برقی مرحوم کی بے ریا محبت اور بھولی صورت سامنے آجاتی ہے اور رلا جاتی ہے۔

ایک بار ان کا فون آیا میل چیک کیجئے، میں نے کچھ بھیجا ہے۔دیکھا تو ان کی ایک تازہ تخلیق تھی۔اپنی تخلیقات وہ مجھے اکثر بھیجا کرتے تھے۔یہ تخلیق چونکہ میرے متعلق تھی اس لئے فون کر کے بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ کئی سائٹس پر شائع ہو چکی ہے، چونکہ وہ مجھے بہت پسند ہے۔اس لئے کتاب میں شامل ہے۔

۲۰۱۸ء میں اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو نے اپنے موقر انعام ''مسعود حسن رضوی ایوارڈ برائے تحقیق: ۲۰۱۸ء'' سے ناچیز کو سرفراز کیا۔ڈاکٹر احمد علی برقی کو اطلاع ملی تو انہوں نے درج ذیل اشعار خوشی میں کہے۔وہ بھی زیر نظر رسالہ میں شامل کی گئی ہے۔اسی سال مغربی بنگال اردو اکادمی کولکاتا نے میری کتاب 'نوادرات شبلی' کو اپنے جان گل کرسٹ انعام سے نوازا تو اس موقع پر بھی ڈاکٹر صاحب نے چند اشعار کہے۔آخری کتاب ''بیان شبلی''، جو دراصل مطالعات شبلی پر ایک سلسلہ تصنیفات ہے، شائع ہوئی تو ڈاکٹر احمد علی برقی نے لکھا کہ

آپ کے پیش نظر ہے جو ''بیان شبلی''
سب پہ ہے اس سے عیاں عظمت و شان شبلی
ہے یہ الیاس کی سب کے لئے سوغات عظیم
جس سے ہے ورد زباں نام و نشان شبلی

تعریف وتحسین کس کو اچھی نہیں لگتی مگر چونکہ اس سے ان کی محبت کا اظہار ہوتا ہے، اس لئے آپ کو بھی اس پسندیدگی میں شامل کرلیا ہے۔

ڈاکٹر احمد علی کی محبت کا یہ معاملہ صرف میرے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ مجھ جیسے درجنوں اشخاص ہوں گے بلکہ جس نے بھی اپنی کتاب ان کی نذر کردی۔ وہ اس پر کچھ نہ کچھ اشعار ضرور کہہ دیتے تھے۔ ان کی زندگی میں لوگوں نے ان کی قدر نہیں کی مگر اب دیکھئے پورے ملک میں کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آرہا ہے جو فوری طور پر اور ہر موضوع، ہر کتاب اور ادبی جلسوں پر اپنے تاثرات لکھ دے اور شائع بھی کرا دے۔

نومبر ۲۰۲۲ء میں فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ آنکھوں میں کچھ تکلیف تھی، آپریشن کرایا ہے۔ ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا ہے لیکن دوسرے ہی دن میسج آیا کہ کلیات شبلی فارسی بچوں نے نہ جانے کہاں رکھ دی ہے، مل نہیں رہی ہے۔ ایسا کیجئے کہ علامہ شبلی کی کچھ فارسی غزلیں مجھے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے کئی غزلیں واٹسپ کردیں۔ اب مجھے کیا معلوم کہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ دو دن بعد بتایا کہ علامہ شبلی کی چند فارسی غزلوں کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ آپ کو بھیجا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں اور اپنی رائے دیں تو میں اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھاؤں۔ میں نے دیکھا مجھے پسند آیا اور میں نے تعریف کی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اکبر علی خاں عرشی زادہ نے دستۂ گل، بوئے گل اور برگ گل کی بیشتر غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ کر کے شائع کر دیا ہے جو میری کتاب ''شبلی سخنوروں کی نظر میں'' شامل ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی یا کوئی اور سبب کہ پھر یہ سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا۔

حافظ شیرازی، سعدی شیرازی، صوفی امیر خسرو اور آیت اللہ خمینی کی بھی بعض فارسی غزلوں کا انہوں نے اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے اور خاص ان کی اور بعض دوسرے اردو شعرا میر و غالب وغیرہ کی زمینوں میں متعدد غزلیں کہی ہیں جو شوق دل

سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

غزل ان کی پسندیدہ صنف سخن تھی اور اس میں نسبتاً انہوں نے خوب خوب دادِ سخن دی ہے اور ایسی عمدہ عمدہ اور خوب صورت غزلیں کہی ہیں کہ جذب وشوق کے ہاتھوں پڑھنے پر قاری مجبور ہوجائے۔خود ان کے بقول چار ہزار غزلیں انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔طوالت سے بچنے کے لئے ان کے نمونوں سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔

ڈاکٹر احمد علی کی شاعری کا ایک بہت اہم پہلو ان کی موضوعاتی شاعری ہے، اس میدان میں بھی وہ اردو کے بے نظیر شاعر تھے۔بقول ان کے ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۹ء تک انہوں نے شوق سے موضوعاتی نظمیں کہیں جو رسائل میں شائع ہوئیں۔ پھر ماحولیات، سائنس اور عالمی دن کی مناسبت سے ۶/سال تک ماہنامہ سائنس میں مسلسل ان کی موضوعاتی نظمیں شائع ہوتی رہیں۔صلہ وستائش کی تمنا کے بغیر اردو کا ایسا بے لوث خدمت گذار اب کہاں ملے گا۔

رسائل وجراید میں ان کا کلام تو چھپتا ہی تھا، انٹرنیٹ پر دسیوں سائٹس اور بلاگ ایسے تھے جو بڑے اہتمام سے ان کی کاوشیں شائع کیا کرتے تھے۔اور ان پر اب تک ڈاکٹر احمد علی کے نقوش ثبت اور روشن ہیں۔انہوں نے اپنے مجموعہ کلام کے پیش لفظ میں انٹرنیٹ کی ان تمام سائٹس کی تفصیل درج کی ہے، جن پر ان کا کلام شائع ہوا ہے۔

ابتدا میں ان کی شاعری کی پذیرائی نہیں ہوئی، لیکن بعد میں ان کی ادبی شاعری اور خدمات کا اعتراف کیا گیا۔اردو اکادمی دہلی نے ان کے مجموعہ روح سخن کو انعام دیا۔ جو قومی کونسل برائے فروغ اردو کے تعاون سے شائع ہوا تھا۔دوسرے مجموعہ کو بھی اردو اکادمی دہلی اور اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو نے انعام کا مستحق قرار دیا۔ان کے علاوہ بھی اردو کے متعدد اداروں نے اعزاز بخشا۔۲۰۱۴ء میں اردو گلڈ

جموں وکشمیر نے فخر اردوایوارڈ سے سرفراز کیا۔اسی طرح اکرم میموریل پبلک سوسائٹی نجیب آباد نے محمدعلی جوہر ایوارڈ دیااس کے علاوہ بھی کئی اعزازات وانعامات انہیں دئے گئے۔

ان کی تخلیقات کومتعدداہل قلم نے سراہاہے اوران کے مجموعہ ہائے کلام اور مختلف شاعرانہ حیثیت پر رسائل و جرایدمیں مضامین، تجزیوں اورتبصروں کی صورت میں موجودہیں۔جس سے یہ عیاں ہے کہ ڈاکٹراحمدعلی برقی اعظمی ایک بے بدل شاعر اورایک بڑےانسان تھے۔

ooo

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمیؒ

اور ان کی شبلی شناسی

ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی (۱۹۵۴-۲۰۲۲) مرحوم اردو و فارسی کے نہایت ممتاز اور قادر الکلام شاعر تھے، بدیہہ گوئی میں ان کا جواب نہ تھا، جب چاہتے اور جس موضوع پر چاہتے شعر کہہ دیتے، وہ تاحیات زلف سخن سنوارتے رہے، تقریباً تمام اصناف سخن میں داد سخن دی، انہیں نظم اور غزل گوئی دونوں میں مہارت حاصل تھی، بالخصوص شخصیات پر منظومات لکھنے میں انہیں اختصاص اور ید طولیٰ حاصل تھا، چنانچہ علم وادب، شعر وسخن تقریباً تمام نامور شخصیات پر انہوں نے نظمیں کہیں اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ مرحومین کے ساتھ پچاسوں باحیات شعرا پر بھی انہوں نے نظمیں کہیں۔ ان کے دو شعری مجموعے 'روح سخن' اور 'محشر خیال' شائع ہوئے لیکن ان کا ذخیرۂ شعر وادب اس قدر وسیع، متنوع اور گوناگوں ہے کہ ابھی اور بھی متعدد مجموعے چھپ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد گرامی رحمت الٰہی برق اعظمی مرحوم (۱۹۱۱-۱۹۸۷ء) انتہائی قادر الکلام شاعر تھے۔ انہیں بھی

مختلف اصناف سخن میں کمال دست رس حاصل تھی۔ وہ بڑے زود گو تھے اور مختلف اصناف میں فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ان کا محض ایک ہی مجموعہ 'تنویر سخن' شائع ہوا اور کئی مجموعہ کلام طباعت سے محروم رہے۔اب خدا جانے ان کے مجموعہ ہائے کلام کہاں محفوظ ہیں اور ان کے طبع ہونے کی بھی نوبت آتی ہے یا نہیں۔؟

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی ۲۵؍دسمبر ۱۹۵۴ء کو شہر اعظم گڑھ کے محلّہ باز بہادر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درجہ پانچ تک کی تعلیم محلّہ باغ میر پیٹو (آصف گنج) کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر شبلی نیشنل ہائر سکنڈری اسکول اعظم گڑھ سے ۱۹۶۹ء میں ہائی اسکول پاس کیا۔اس کے بعد شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ سے ۱۹۷۱ء میں انٹر میڈیٹ، ۱۹۷۳ء میں بی اے اور ۱۹۷۵ء میں ایم اے اردو اور ۱۹۷۶ء میں بی ایڈ کی اسناد اصل کیں، اس کے بعد وہ دہلی چلے گئے اور ۱۹۷۷ء میں جواہر لعل نہرو یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے اور ۱۹۹۶ء میں پی ایچ ڈی کی۔ اپنے تحقیقی مقالہ کی تکمیل کے لئے انہوں نے ایران وافغانستان کا سفر کیا اور وہاں کے نہ صرف فارسی شعر و ادب کے اسکالرس، محققین اور ادبا وشعرا سے ملے بلکہ شعرائے عجم کے ناموروں، ان کے گھر اور مزارات کی بھی زیارت کی۔ واقعہ یہ ہے کہ انہیں اردو کے ساتھ فارسی زبان وادب سے بھی بچپن ہی سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ اس کے بڑے اداشناس تھے۔

تحصیل وتکمیل کے بعد ڈاکٹر احمد علی برقی کو آل انڈیا ریڈیو دہلی کے شعبہ فارسی میں نظامت کی ملازمت مل گئی اور پھر اسی شعبہ سے وابستگی میں انہوں نے اپنی پوری زندگی گذاری اور وہیں سے سبکدوش ہوئے۔

انہیں فارسی زبان پر انتہائی دسترس حاصل تھی، حتیٰ کہ ان کا لب ولہجہ بھی بالکل ایرانی تھا۔جس طرح اردو میں فی البدیہہ شعر کہتے تھے اسی طرح فارسی میں بھی دادسخن دیتے تھے۔اس کی چند مثالیں آئندہ صفحات میں آئیں گی۔

اعظم گڑھ

O

ڈاکٹر احمد علی مرحوم نے اگرچہ زندگی کا بیشتر حصہ اپنے وطن اعظم گڑھ سے دور دہلی میں گذارا لیکن ان کا وطن اور وطن کی مٹی سے پیار کسی بھی مرحلہ میں ذرا بھی کم نہیں ہوا، وہ نہ صرف اعظم گڑھ متواتر اعظم گڑھ آتے رہے بلکہ انہوں نے اعظم گڑھ کی نامور شخصیات، علمی و تعلیمی ادارے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، شبلی کالج وغیرہ کو ہمیشہ یاد رکھا اور ان پر متعدد نظمیں لکھیں اور انہیں بڑے اہتمام سے شائع کرایا اور خود بھی انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس پر پوسٹ کیا جواب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اعظم گڑھ پر ان کی درج ذیل نظم بہت مقبول ہوئی:

شان ہندوستان ہے اعظم گڑھ — فخر اہل جہان ہے اعظم گڑھ
سر زمین شبلی و سہیل کے — فکر وفن کا نشان ہے اعظم گڑھ
دیکھیں شبلی اکیڈمی آکر — جس کی روح رواں ہے اعظم گڑھ
علم و دانش کا ہے یہ اک مرکز — روح دانشوراں ہے اعظم گڑھ
ضو فشاں ہے جو مثل ماہ و نجوم — ایسی اک کہکشاں ہے اعظم گڑھ
کشور علم و فضل و دانش پر — آج بھی حکمراں ہے اعظم گڑھ
میں بھی اس سرزمیں کا ہوں فرزند — میری تاب وتواں ہے اعظم گڑھ

اس کا اک تابناک ماضی تھا　　آج بھی ضوفشاں ہے اعظم گڑھ
شہر دہلی میں ہوں مقیم مگر　　میرا برقی مکاں ہے اعظم گڑھ
میں کہوں گا اگر کوئی پوچھے　　برق و برقی کی جاں ہے اعظم گڑھ

دیار اعظم گڑھ کی مٹی کا کمال بھی دیکھئے۔اس سلسلہ کی ایک نظم ملاحظہ ہو:

ہے یہ اعظم گڑھ کی مٹی کا کمال　　جس کو حاصل ہے عروج لا زوال
شبلی نعمانی تھے جس کی آبرو　　جن کی علمی شخصیت ہے باکمال
شبلی منزل ہے وہ گنج شائیگاں　　جو ہے اقصائے جہاں میں بے مثال
شبلی کالج میری علمی زادگاہ　　شبلی کا ہے اک نقش لازوال
شہرۂ آفاق ہے شعر العجم　　اور شعر الہند بھی ہے بے مثال
تھے حمید الدیں فراہی اور ضیاء　　گلشن شبلی کے بار آور نہال
سرخرو ہے نام اقبالِ سہیل　　موج کوثر کی نہیں جن کے مثال
اسلم و فاروق و احسان و خلیل　　تھے فقیہہ و شاعرِ فرخندہ فال
احتشام ، الیاس ، و یحیٰ اعظمی　　روئے فکروفن کے ہیں پر کیف خال
شعر ہیں رحمت الٰہی برق کے　　فکر و فن کا ایک دلکش اتصال
ہیں شبانہ اور کیفی اعظمی　　اس عروس علم کا حسن و جمال
ہے دیار شرق کی یہ آبرو　　اس میں برقی کچھ نہیں ہے احتمال

اس نظم میں درج ذیل توضیحی حواشی ان کے اپنے قلم سے ہیں:

شعر الہند: مولانا عبدالسلام ندوی۔خلیل: ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی
ضیاء: ضیاء الدین اصلاحی ۔احتشام: پروفیسر احتشام حسین۔اسلم: اسلم جیراجپوری۔الیاس: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی۔ فاروق: مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی۔احسان: مرزا احسان بیگ۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی درج ذیل نظم ان کے وطن سے بے انتہا پیار کی ایک نشانی ہے:

کوئے جاناں کی طرف تھا جو سفر اچھا لگا
میرا جذب شوق تھا جو ہم سفر اچھا لگا
میرا آبائی وطن ہے جاں سے بھی مجھ کو عزیز
شہر اعظم گڑھ میں مجھ کو اپنا گھر اچھا لگا
شبلی کالج ہے وہاں پر میری علمی زادگاہ
شبلی نعمانی کا یہ خون جگر اچھا لگا
شبلی منزل بھی دیار شرق کی ہے آبرو
جس یہ گنجینۂ لعل و گہر اچھا لگا
یوں تو ہے اپنے وطن کا مجھ کو ہر ذرہ عزیز
مجھ کو اعظم گڑھ سے دہلی کا سفر اچھا لگا
میں پسر ہوں جس کا وہ رحمت الٰہی برقؔ تھے
نام نامی جو ہے ان کا معتبر اچھا لگا
ان کی ''تنویر سخن'' ہے ان کی شعری کائنات
جس میں برقیؔ ، برقؔ کا عرض ہنر اچھا لگا

◆◆◆

نذرِ شبلی نعمانی

O

اعظم گڑھ کی متعدد نامور علمی وادبی شخصیات علامہ شبلی نعمانی، اقبال احمد خاں سہیل، اپنے والد رحمت الٰہی برق اعظمی، حضرۃ الاستاد مولانا مجیب اللہ ندوی، ناظم دارالمصنّفین مولانا ضیاء الدین اصلاحی، نامور شاعر و ادیب اور نقاد ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، مشہور ترقی پسند شاعر کیفی اعظمی وغیرہ پر ان کی منظومات کافی سراہی اور پسند کی گئیں۔ علامہ شبلی ان کی انتہائی محبوب شخصیت تھے۔ ان پر انہوں نے کئی نظمیں کہی ہیں جو ان کی شیفتگی و عظمت شبلی کے اظہار کا مظہر ہیں۔

دیارِ شرق کی تھے آبرو شبلی نعمانی
جہانِ علم و دانش میں نہیں اُن کا کوئی ثانی
وہ شبلی جن کی عظمت کے نشاں ہیں ہر طرف ظاہر
سبھی ہیں قدرداں اُن کے وہ ہندی ہوں کہ ایرانی
رہے وہ عمر بھر کوشاں فلاحِ ملک و ملت میں
مثالی شبلی منزل کے لئے ہے اُن کی قربانی
نہ ہوں مرہونِ منّت کیوں نہ اُن کے اہلِ اعظم گڑھ
ہیں شبلی نیشنل کالج کے وہ اِس شہر میں بانی

نمایاں شخصیت تھی اُن کی سرسید کے رفقا میں
ہے جن کی آج یہ کالج یہاں میراثِ روحانی
چراغِ علم و دانش ہے اُنھیں کے فیض سے روشن
نمایاں سارے ہندوستان میں ہے جس کی تابانی
ادب تحقیق نقدِ شعر اور سیرت نگاری میں
نہیں ہے آج ہندو پاک میں اُن کا کوئی ثانی
ہے حامل عالمی شہرت کی اُن کی سیرتِ نبوی
ہے نقدِ شعر میں شعرالعجم اک نقشِ لافانی
جہاں جیسی ضرورت تھی وہاں وہ طرز اپنائی
مقالوں سے عیاں ہے جوہرِ حسن زباں دانی
شعورِ آگہی ظاہر ہے المامون سے اُن کا
ہے الفاروق میں جوشِ عقیدت کی فراوانی
نہیں ہے اُن کو قدرت صرف اردو شعرگوئی پر
ہے اُن کی فارسی غزلوں میں فکر وفن کی جولانی
ہے اُن کا صدق دل سے قدرداں احمد علی برقی
اسے جو کچھ ہے حاصل ہے اُنھیں کا فیضِ روحانی

♦♦♦

بیادعلامہ شبلی نعمانی

(بمناسبت یوم تولد)

O

شبلی کا یوم تولد چار جون
اردو کی تاریخ میں ہے یادگار
زیب تاریخ جہاں ہے ان کا نام
ضوفشاں ہیں ان کے ادبی شاہکار
تھے دیار شرق کی وہ آبرو
شہر اعظم گڑھ ہے ان سے باوقار
موضع بندول ہے ان کی زادگاہ
شخصیت ہے ان کی فخر روزگار
ان کے رشحات قلم ہیں دل پذیر
ہے عروس فکر و فن جن پر نثار
ان کی ہے شعرالعجم تاریخ ساز
سیرت نبویؐ ہے وجہہ افتخار

ان کی المامون و الفاروق سے
ہے قلم کا ان کے جوہر آشکار
ہیں نشاط روح ارباب نظر
ان کے نخل زندگی کے برگ وبار
جملہ اقصائے جہاں میں آج بھی
کارناموں سے ہیں اپنے نامدار
تھے رفیق کار سرسید کے وہ
جن کو حاصل ہے جہاں میں اعتبار
تھے وہ تحریک علی گڑھ کے ستون
جس کی ہے بنیاد اب بھی پایدار
ان کی عصری معنویت آج بھی
ہے جہان علم و فن میں برقرار
شبلی نعمانی تھے برقی اعظمی
کشور شعر وادب کے تاج دار

(محشر خیال:ص۴۱۵-۴۱۶)

◆◆◆

شبلی نعمانی

O

ہے جہانِ علم میں شبلی نعمانی وہ نام
جس کے اعجازِ قلم کے ہر جگہ ہیں قدرداں
متفق اس بات پر ہیں آج اربابِ نظر
عصر حاضر میں بھی ان کی معنویت ہے عیاں
ہو رہے ہیں ان کی تخلیقات سے سب مستفید
ان کے طرزِ فکر کے ہیں قدرداں پیر و جواں
ان کی تصنیفات سے ہے بہرہ ور بر صغیر
مستند اور معتبر ہے ان کا اندازِ بیاں
میں نے بھی برسوں کیا ہے ان سے برقیؔ کسبِ فیض
ہر طرف پھیلے ہیں جو ان کے نقوش جاوداں

♦♦♦

شبلی نعمانی

O

شبلی نعمانی تھے فخر روزگار
تھے وہ دنیائے ادب کے تاجدار

زیب تاریخ جہاں ہے ان کا نام
ضوفشاں ہیں ان کے ادبی شاہ کار

تھے دیار شرق کی وہ آبرو
شہر اعظم گڑھ ہے ان سے باوقار

موضع بندول ہے ان کی زادگاہ
شخصیت ہے ان کی فخر روزگار

ان کے رشحات قلم ہیں دلپذیر
ہے عروس فکر وفن جن پر نثار

ان کی ہے شعرالعجم تاریخ ساز
سیرت نبوی ہے وجہہ افتخار

ان کی المامون و الفاروق سے
ہے قلم کا ان کے جوہر آشکار

ہیں نشاط روح ارباب نظر
ان کے نخل زندگی کے برگ وبار

جملہ اقصائے جہاں میں آج بھی
کارناموں سے ہیں اپنے نام دار

تھے رفیق کار سرسید کے وہ
جن کو حاصل ہے جہاں میں اعتبار

تھے وہ تحریک علی گڑھ کے ستون
جس کی ہے بنیاد اب بھی پائیدار

ان کی عصری معنویت آج بھی
ہے جہان علم وفن میں برقرار

شبلی نعمانی تھے برقی اعظمی
کشور شعر و ادب کے تاجدار

شبلی نعمانی

O

نامِ شبلی در صفِ نام آوران کارِ شبلی مرجعِ دانشوران
سبکِ او در نقدِ شعرفارسی در روانی ہمچو بحرِ بیکران
بر سپہر فارسی ''شعرالعجم'' می درخشد ہمچو ماہِ ضو فشان
ذکرِ او پیداست در شعرِ بہار ہست او در وصفِ او رطب اللسان
شاہکارِ اوست در شعر و ادب منبعِ دانش در اقصای جہان
می سراید نغمہ ہای دلپذیر عندلیبِ گلشنِ ہندوستان
نخلبندِ گلشنِ مہر و وفا فخرِ دوران نکتہ سنج و نکتہ دان
'شبلی کالج'،مظہرِ فیضانِ اوست 'شبلی منزل' ہست گنجِ شایگان
می کنند از یادگارش کسبِ فیض دوستدارانِ معارف در جہان

نامِ او احمد علی باشد مدام
در جہانِ علم و دانش جاودان

◆◆◆

شبلی نعمانی کا گھر

O

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کو جب یہ اطلاع ملی کہ علامہ شبلی نعمانی کی آبائی کوٹھی جوان کے وطن موضع بندول میں گر پڑ کر تباہ ہورہی ہے اور جسے ایک تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ ہونا چاہیئے اس کا کوئی اس کا پرسان حال نہیں تو ان کے جذبات بے حد مجروح ہوئے، چنانچہ انہوں نے درج ذیل نظم لکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اولاً یہ نظم انہوں نے ناچیز کو بھیجی اور پھر انٹرنیٹ کی کسی سائٹ پر شائع کیا۔ راقم الحروف نے اس نظم کو اپنی کتاب 'شبلی سخنوروں کی نظر میں' میں شامل کیا ہے، نظم درج ذیل ہے:

جائے عبرت ہے یہ دیکھیں شبلی نعمانی کا گھر
گر رہے ہیں موضع بندول میں جس کے بام ودر

کھا رہے ہیں نام پر ان کے جواب تک روٹیاں
کچھ اگر غیرت ہے ان میں آ کے دیکھیں اک نظر

شبلی نعمانی تھے کیا میں کیا بتاؤں آپ کو
چشم عالم نے نہ دیکھا ہوگا ایسا دیدہ ور

سیرت نبوی ہو ان کی یا ہو وہ شعرالعجم
ہیں جہان علم و دانش میں نہایت معتبر

اردو کی تاریخ میں روشن رہے گا ان کا نام
ضوفگن جب تک رہیں گے دہر میں شمس وقمر

مجھ کو شبلی کی وراثت سے ہے روحانی لگاؤ
شبلی کا لج کا تصرف ہے مراعرض ہنر

شبلی منزل کی طرح یہ بھی ہو ان کی یادگار
تا کہ سب اس کی زیارت سے ہوں برقی بہرہ ور

◆◆◆

شبلی کی فارسی غزل

اوراس کا منظوم اردو ترجمہ

O

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی فارسی شعروادب پر بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ فارسی ادبیات میں انہوں نے پی ایچ ڈی کی تھی،اس کے لئے انہوں نے افغانستان وایران کی سیاحت بھی کی تھی اوراپنے عہد کے فارسی ادب کے نمایندہ ادباوشعرا سے ملاقات بھی کی تھی۔

ان کو نہ صرف اردو شاعری بلکہ فارسی شاعری سے بھی بے انتہا لگاؤ تھا۔ علامہ شبلی کی شاعری سے تو انہیں جذباتی لگاؤ تھا،چنانچہ ان کی کئی فارسی غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ کر کے شائع کرایا۔حق تو یہ ہے کہ ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے۔ایک فارسی غزل کا منظوم اردو ترجمہ بطور نمونہ نقل کیا جاتا ہے:

(۱)

من کہ در سینہ دلی دارم وشیدا چہ کنم
میل با لالہ رخاں گر نہ کنم تا چہ کنم

ہے جو سینے میں دل شیدا بتا میں کیا کروں
گر حسینوں سے نہ رکھوں رابطہ میں کیا کروں

(۲)

من نہ آنم کہ بہ ہر شیوۂ دل از دست دہم
لیک با آں نگہہ حوصلہ فرسا چہ کنم

وہ نہیں ہوں ہر ادا پر اس کی دے دوں اپنی جان
حوصلہ فرسا نگاہوں کا بتا میں کیا کروں

(۳)

ہست چہل سال کہ بیہودہ نگہ داشتمس
گرنہ بر سنگ زنم شیشہ تقویٰ چہ کنم

پاس ہو بیکار میرے جب وہ چالیس سال سے
گر نہ ٹوٹے شیشہ تقویٰ ، بتا میں کیا کروں

(۴)

مایہ تقویٰ سی سالہ فراہم شدہ است
ارمغانش بہ نگاری بدہم یا چہ کنم

تیس سالہ تقویٰ کا سامان جب موجود ہو
گر نہ دوں معشوق کو تحفہ بتا میں کیا کروں

(۵)

شاہد و بادہ و طرف چمن و جوش بہار
شبلیا خود تو بفرما کہ بہ ایں‌ہا چہ کنم

ہوجو گلشن میں شراب و شاہد و جوش بہار
ایسے میں شبلی تو ہی اس کا ، بتا میں کیا کروں
(۶/نومبر۲۰۲۲ء)

◆◆◆

دارالمصنّفین

O

دارالمصنّفین اعظم گڑھ علامہ شبلی کی نہایت عظیم الشان یادگار ہے۔ اسے انہوں نے سب سے اخیر میں زمرۂ مصنّفین کی دائمی خدمت کے تصور سے قائم کیا۔ ایک غرض بلکہ اصل غرض مسلمانوں کی ذہنی وفکری تربیت تھی۔ یورپ اور مستشرقین کے اسلام پر ناروا اعتراضات کے جوابات دینے کے لئے اہل قلم اور مصنّفین کی ایک جماعت تیار کرنا بھی بنیادی مقاصد میں شامل تھا، بلاشبہ اس ادارے نے یہ غیر معمولی کارنامہ انجام دے کر ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک مثال قائم کی ہے۔ ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی نے اس ادارہ پر دو، تین نظمیں لکھی ہیں:

(۱)

شبلی کی یادگار ہے دارالمصنّفین — شبلی کا شاہ کار ہے دارالمصنّفین
سوغات جس ادارے کی ہے سیرۃ النبی — وہ فخر روزگار ہے دارالمصنّفین
جس کا کتب خانہ ہے اک گنج شائیگاں — وہ در شاہوار ہے دارالمصنّفین
کرتے ہیں جس سے اہل نظر اکتساب فیض — وہ بزم باوقار ہے دارالمصنّفین
اظہار فکر وفن کا معارف ہے ترجماں — اردو کی پاسدار ہے دارالمصنّفین
اردو ادب کے جتنے ادارے ہیں ہند میں — ان سب میں شاندار ہے دارالمصنّفین

ان کیلئے جنہیں ہے زبان وادب سے عشق　　پرکیف وسازگار ہے دارالمصنّفین
قائم دیارشرق کی ہے جس سے آبرو　　وہ وجہ افتخار ہے دارالمصنّفین
برقیؔ نہ کیوں ہو اس کے محاسن کا قدرداں
میزان اعتبار ہے دارالمصنّفین

◆◆◆

شبلی اکیڈمی

O

عالم میں انتخاب ہے شبلی اکیڈمی   علم وادب کا باب ہے شبلی اکیڈمی
شبلی کے ذکر وفکر کی عظمت کا یہ نشاں   اک نقش لاجواب ہے شبلی اکیڈمی
برصغیر میں نہیں اس کا کوئی جواب   شبلی کا ایک خواب ہے شبلی اکیڈمی
تعبیر جس کی اہل نظر کے ہے سامنے   حکمت کی آب وتاب ہے شبلی اکیڈمی
گلہائے رنگا رنگ کا گلدستہ حسیں   اک خوش نما گلاب ہے شبلی اکیڈمی
قائم دیار شبلی کی ہے اس سے آبرو   عظمت کا آفتاب ہے شبلی اکیڈمی

برقی نہ کیوں ہو اس کے محاسن کا قدرداں
شبلی سے فیضیاب ہے شبلی اکیڈمی

◆◆◆

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

O

ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ناچیز ہم وطن اور تقریباً ہم مذاق تھے اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے سے محبت آمیز تعلقات مدۃ العمر قائم رہے۔ مجھے جب بھی کوئی انعام یا اعزاز ملتا ان کے شعری جذبات برانگیختہ ہوجاتے اور وہ کچھ نہ کچھ کہہ کر بھیجتے، اسی طرح میری اکثر کتابوں کی اشاعت پر وہ منظوم تعارف لکھ کر شائع کراتے تھے۔ افسوس ایسی بے لوث محبت کرنے والا اب اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی نے مجھ حقیر پر یا میری کتابوں پر جو نظمیں لکھی ہیں ان میں زیادہ تعداد انہی کتابوں کی ہے جو علامہ شبلی اور ان کے فکر وفن سے متعلق ہیں۔ ان میں بھی انہوں ستائش کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیا ہے۔ یہاں چند نظموں کو نقل کیا جاتا ہے۔

۲۰۱۸ء میں اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو نے اپنے موقر سید مسعود حسن رضوی انعام برائے اردو تحقیق ۲۰۱۸ء سے ناچیز کو سرفراز کیا۔ اس خوشی میں ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی مرحوم نے درج ذیل اشعار کہے:

شبلی شناس ادیبوں میں جن کا شمار ہے
وہ فخر روزگار ہیں الیاس اعظمی

ان کی نگارشات ہیں عالم میں انتخاب
اہل نظر کے یار ہیں الیاس اعظمی

اس کی مجھے خوشی ہے وہ ہیں میرے ہم وطن
اک وجہِ افتخار ہیں الیاس اعظمی

شبلی اکیڈمی کے بھی ہیں وہ رفیق کار
ذی علم و ذی وقار ہیں الیاس اعظمی

برقی ہے ان کے ادبی محاسن کا قدرداں
شبلی کے جاں نثار ہیں الیاس اعظمی

(۲)

ہیں زباں پر ہر کسی آج الیاس اعظمی
جن کی تحریروں میں ہے عصری ادب کی چاشنی

ساحلوں کے شہر میں ہو یا ہو عظمت کے نشاں
ان کی ہر تصنیف میں ہے فکروفن کی تازگی

اسہل التجوید سے ہے قرآں شناسی کی مثال
ہے شعورفن سے ظاہر ان کی عصری آگہی

ہے متاعِ شبلی میں ان سے عقیدت کی جھلک
ان کے ہی اسلوب کی وہ کررہے ہیں پیروی

ان کے علمی کارنامے لائق تحسین ہیں
ان کے مداحوں میں شامل کیوں نہ ہو احمد علی

(۳)

عہد حاضر میں ہیں جو سب سے بڑے شبلی شناس
اپنی جو خدمات سے ہیں آج فخر روزگار
پیش کرتا ہوں مبارک باد میں اس کی انہیں
دے جزائے خیر انہیں اس کے لئے پروردگار
شہر اعظم گڑھ کے ہیں جو بھی مشاہیر ادب
کارناموں کا ہے ان کے ذکر وجہ افتخار
آج الیاس اعظمی ہیں نازش بر صغیر
ان کے ہیں مداح اقصائے جہاں میں بے شمار
مٹ نہیں سکتے کبھی ان کے نقوش جاوداں
سب کریں گے ان کا ذکر خیر برقی بار بار

(۴)

انہوں نے میرے لئے فارسی میں بھی چند اشعار کہے ہیں جو دراصل ان کے اردو اشعار کا منظوم ترجمہ ہیں اور میری فرمائش پر فارسی کا جامہ پہنایا تھا:

دکتر الیاس اعظمی اہل نظر　　صاحب عز و وقار وکر و فر

نخلبند گلشن نقد سخن فخر دوراں رونق رحمت نگر
کارہائے جاودانش در ادب در جہان علم و دانش معتبر
در متاع شبلی سبک نقد او ہست در شبلی شناسی مفتخر
خواستارم از خدای ذوالجلال در جہان علم باشد نامور
اسہل التجوید او احمد علی
ہست در قرآں شناسی بارور

مرحوم جب بھی وطن تشریف لاتے غریب خانہ پرضرور تشریف لاتے، ایک بار ڈاکٹر صاحب مرحوم غریب خانہ پر تشریف لائے تو بچوں سے کہہ کر میری متعدد تصانیف یکجا کیں اور ایک میز پر رکھوا کر خود ہی ویڈیو بنایا اور پھر اسے کئی سائٹس پر شیئر کیا اور اس کے تعارف میں یہ اشعار کہے:

ہیں یہ الیاس اعظمی کے ایسے شاہ کار
ان کی جو شبلی شناسی کی ہیں دلکش یادگار
شبلی نعمانی تھے برقی نازش برصغیر
گلشن اردو میں جن کی ذات تھی مثل بہار

◆◆◆

متعلقات شبلی

O

۲۰۰۸ء راقم الحروف کے مضامین کا دوسرا مجموعہ ''متعلقات شبلی'' ادبی دائرہ اعظم گڑھ سے شائع ہوا، اس میں کل دس مضامین شامل ہیں اور ہر مضمون کا عنوان جدا جدا ہے۔ ڈاکٹر احمد علی برقی نے اس پر مجموعہ درج ذیل دو نظمیں کہیں:

(۱)

''متعلقات شبلی'' ہے اک گنج شایگاں
الیاس اعظمی کا جو ہے نقش جاوداں
گلہائے رنگا رنگ کا گلدستہ حسیں
ہے یہ کتاب شبلی شناسی کی داستاں
شبلی کے کارناموں کا کوئی نہیں جواب
سارے جہاں میں پھیلے ہیں شبلی کے قدرداں
شبلی جہان شعر و ادب میں وہ نام ہے
جس کے بغیر ادھوری ہے اردو کی داستاں
ان ناقدین شبلی کا اس میں جواب ہے
بے وجہ جو اٹھاتے ہیں شبلی پہ انگلیاں

حاصل ہو اس کتاب کو برقی قبول عام
پہنچے وہاں یہ رہتے ہیں اہل نظر میں

---

(۲)

الیاس اعظمی کی ہیں دلکش نگارشات
شامل ہیں اس کتاب میں ان کے تاثرات
طرز بیاں سے ان کے یہ ہوتا ہے منعکس
عصری ادب کو رکھتے ہیں زیر مطالعات
''متعلقات شبلی'' سے ان کی یہ ہے عیاں
ان کو بہت عزیز ہیں علمی مباحثات
کرتے ہیں فکر وفن پہ وہ بے لاگ تبصرے
ان کے شعور نقد کے ہیں یہ محرکات
وہ ہیں دیار شبلی کی عظمت سے روشناس
روشن ہیں ان پہ شعر و ادب کی سبھی جہات
اہل نظر ہیں ان کے محاسن کے معترف
ہیں فکر وفن کے ان کے یہ برقی تصرفات

یہ دونوں نظمیں ان کی وال پر اب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

◆◆◆

شبلی: سخنوروں کی نظر میں

O

اپریل۲۰۱۲ء میں راقم کی کتاب 'شبلی سخنوروں کی نظر میں' شائع ہوئی۔اس میں خود ڈاکٹر احمد علی برقی کا تذکرہ اوران کی نظمیں بھی شامل ہیں۔یہ پہلی کتاب ہے جس میں ان کا تذکرہ وتعارف اوران کی شاعرانہ خصوصیات پرروشنی ڈالی گئی ہیں۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے اوراس کتاب کے تعارف میں درج ذیل نظم لکھ کر انٹرنیٹ کی کسی سائٹ پرشائع کی اور مجھے بھی بھیجا،چنانچہ میں نے مذکورہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اسے شامل کیا:

''شبلی سخنوروں کی نظر میں'' ہے جو کتاب
شبلی کے فکر و فن کا ہے منظوم احتساب
حاصل ہے اس کتاب کے عنواں کو امتیاز
الیاس اعظمی نے کیا ہے جو انتخاب
شبلی اکیڈمی کے ہیں اعزازی وہ رفیق
''متعلقات شبلی'' کا جن کی نہیں جواب
شبلی جہانِ علم و ادب میں وہ نام ہے
جو اپنے فکر وفن سے ہے عالم میں انتخاب

میری بھی چند نظمیں شریکِ کتاب ہیں
منظوم مدحِ شبلی ہے تالیف لاجواب
مداح شاعروں کے ہیں حالاتِ زندگی
ہیں کچھ کی یادگار تصاویر تابناک
شبلی کی چند فارسی غزلوں کے ترجمے
ہیں اسمیں، جس سے اہل نظر ہونگے فیضیاب
شبلی پہ اس میں جن کے ہیں منظوم تبصرے
کچھ اس میں آفتاب ہیں کچھ مثلِ ماہتاب
چون (۵۴) سخنوروں کے مرصع کلام میں
شبلی کے کارناموں کی برقی ہے آب وتاب

اس کتاب پراتر پردیش اردوا کادمی لکھنو نے مجھ ناچیز مصنف کوانعام سے نوازا۔اس موقع پربھی بھائی ڈاکٹر احمد علی نے چنداشعار کہے۔سچ تو یہ ہے کہ اگران کا بس چلتا تو وہ روزمرہ کی گفتگوبھی اشعار میں کرتے۔

گلہائے رنگا رنگ کا گلدستہ حسیں ۔۔۔ مشاطہ سخن ہے برائے سخنوراں
ہر جا ہیں آشکار تراکیب دل نشیں ۔۔۔ اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کرنظر کہاں
دارالمصنّفین سے ہیں جوبھی منسلک ۔۔۔ وہ لوگ ہیں روایت شبلی کے پاسباں
شبلی جہان شعروادب میں وہ نام ہے ۔۔۔ جس کے بغیرادھوری ہےاردو کی داستاں
یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر ہیں گامزن ۔۔۔ یہ قافلہ ہے جانب منزل رواں دواں
کرتاہے پیش ہدیہ تبریک و تہنیت
احمدعلی ہے اس کے محاسن کا قدر داں

◆◆◆

آثار شبلی

O

۲۰۱۳ء میں ناچیز کی ضخیم اور مبسوط کتاب 'آثار شبلی' دارالمصنّفین اعظم گڑھ نے شائع کی تو اس پر بھی چند اشعار لکھ کر بھیجے۔ جو درج ذیل ہیں:

آپ کے ''آثار شبلی'' ہے جو یہ پیش نظر
ہے یہ الیاس اعظمی کے نخلِ دانش کا ثمر
سات سو باون صفحے کی پیش کش ہے یہ ضخیم
ہے جو اک سرچشمہ شبلی شناسی معتبر
شبلی نعمانی دیار شرق کی ہیں آبرو
جن کی عظمت کے نشاں ہیں آج ہر سو جلوہ گر
شبلی کی صد سالہ برسی آرہی ہے اگلے سال
شبلی منزل جن کے نخلِ سعادت کا ثمر
ہوگا یہ شبلی صدی کا ایک تحفہ یادگار
اب کریں استفادہ جس سے اربابِ نظر
''شبلی منزل'' کا یہ برقی تحفۂ نایاب ہے
جاری و ساری ہے جس کا اب بھی فیضانِ نظر

◆◆◆

شبلی اور جہان شبلی

O

اسی طرح ۲۰۱۵ء میں میرے مضامین کا پانچواں مجموعہ 'شبلی اور جہان شبلی' چھپا، جس میں ان کے فکروفن اور افکاروخیالات کے ساتھ ان رسائل وجرائد کا مطالعہ شامل ہے جس میں علامہ نے مضامین ومراسلات اور منظومات لکھے۔اس کتاب پر بھی انہوں نے دوشعر لکھے:

شبلی اور جہان شبلی پر ہے یہ اک اہم کتاب
وہ شبلی دنیائے ادب میں جن کا نہیں ہے کوئی جواب

شبلی سرسید کے رفقا میں تھے سر فہرست
شبلی نعمانی کی کتب میں علم وادب کا باب

◆◆◆

نقوش شبلی

O

۲۰۲۰ء میں علامہ شبلی سے متعلق مضامین کا ایک اور مجموعہ 'نقوش شبلی' ہند و پاک سے شائع ہوا، اس میں علامہ شبلی کی شخصیت اور ان کے عظیم الشان کارناموں پر ناچیز کے نہایت تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اسے بھی بے حد پسند کیا اور درج ذیل اشعار لکھ کر بھیجے:

ہے ''نقوش شبلی'' شبلی پر وہ معیاری کتاب
ہے جو الیاس اعظمی کا ایک ادبی شاہ کار
عہد حاضر کے ہیں وہ سب سے بڑے شبلی شناس
شبلی پر ان کی کتب سے ہے جو سب پر آشکار
ان کے منظور نظر ہیں شبلی کے ادبی نقوش
جن کو حاصل ہے جہان فکر و فن میں اعتبار
شبلی کی نقد و نظر کا ہے یہ دلکش تجزیہ
جن کے رشحات قلم ہیں مثل در شاہوار
شبلی کا سب سے الگ ہے اک دبستان ادب
ان کی تحقیقی بصیرت کا ہے جو آئینہ دار

وقف ہے شبلی شناسی کے لئے ان کا قلم
دے جزائے خیر انہیں اس کے لئے پروردگار
ان کے ادبی کارناموں کا ہے برقی معترف
جن کی ہے شبلی شناسی باعث صد افتخار

(۲)

'نقوش شبلی' کا ایک ایڈیشن اسی سال پاکستان کے ایک پبلشر قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور نے بھی شائع کیا۔ وہ بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں کامیاب رہا، فرماتے ہیں:

ہے جو الیاس اعظمی کی یہ کتاب
فضل حق سے ہے یہاں بھی دستیاب
ہیں ''نقوش شبلی'' ہر جا ضوفگن
ہے فروزاں جن کی ہر سو آب و تاب
شبلی سے ہے ضوفشاں برصغیر
تھے جو اقصائے جہاں میں انتخاب
مشتمل شبلی شناسی پر ہے یہ
آپ کے پیش نظر ہے جو کتاب
ہیں یہ الیاس اعظمی شبلی شناس
اب نہیں جن کا کہیں کوئی جواب
ان کی عالمگیر شہرت کا سبب
شبلی پر ان کی کتب ہیں لا جواب

♦♦♦

بیان شبلی

O

متعدد مجموعہ مقالات کے بعد ۲۰۲۰ء میں ناچیز نے 'بیان شبلی' کے عنوان سے ایک سلسلہ تصنیف کا آغاز کیا، جس کے اب تک چھ حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں درج ذیل دو شعر کہہ کر بھیجے:

آپ کے پیش نظر ہے جو بیان شبلی
سب پہ ہے اس سے عیاں عظمت و شان شبلی
ہے یہ الیاس کی سب کے لئے سوغات عظیم
جس سے ہے ورد زباں نام و نشان شبلی

•••

ساحلوں کے شہر میں

(سفرنامہ ممبئی)

O

علامہ شبلی سے متعلق ناچیز کی چند اور کتب پر بھی مرحوم نے منظوم اظہار خیال کیا ہے، جن کا ذکر آیندہ صفحات میں آ رہا ہے، اس سے پہلے بہتر خیال کیا گیا کہ ان کتب ورسائل پر جو ناچیز کے قلم سے نکلیں اور مقبول ہوئی مگر ان کا تعلق شبلیات سے نہیں ہے مرحوم نے جن جذبات واحساسات کا ذکر کیا ہے نقل کر دیا جائے۔

اس سلسلہ میں میرے ممبئ کے سفرنامہ 'ساحلوں کے شہر میں' پر جو اشعار کہے وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:

''ساحلوں کے شہر میں'' ہے ایک رودادِ سفر
ہے جو الیاس اعظمی کے نخلِ دانش کا ثمر

ممبئ کا یہ سفرنامہ ہے ان کا یادگار
ہے دعا ہو ادبی حلقوں کا یہ منظور نظر

پیش کرتا ہوں مبارک باد میں اس کی انہیں

جن کی ہے شبلی شناسی عہد نو میں معتبر

ساحلوں کے شہر کا بھی تذکرہ ہے دل نشیں
آسمان فکر و فن پر ہو یہ برقی جلوہ گر

(مطبوعہ:۲۰۰۴ء)

❁ ❁ ❁

عظمت کے نشاں

O

یہ میرے مقالات کا پہلا مجموعہ ہے،۲۰۰۵ء میں اس کی اشاعت پر احباب نے گویا جشن منایا،اس میں عالم اسلام بالخصوص ہندوستان کی متعدد نامور شخصیات پر علمی و تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ڈاکٹر احمد علی مرحوم بھی بے حد خوش ہوئے اور درج ذیل اشعار لکھ کر بھیجے:

الیاس اعظمی کی یہ عظمت کے ہیں نشاں
روشن ہیں اس کتاب میں جو مثل کہکشاں

طرز بیاں ہے اس کا دل انگیز اور رواں
جس طرح موجزن ہو کوئی بحر بیکراں

اہل نظر کے ذوق کی آئینہ دار ہے
سب کے لئے ہے لذت کام و دہن یہاں

ارباب علم و فضل کا ہے اس میں تذکرہ
ہیں مہر و ماہ شعر و ادب اس میں ضوفشاں

حسن بیاں ہے اس سے مصنف کا آشکار
جو ہے سخن شناس، ادب دوست، نکتہ داں

گلہائے رنگا رنگ کا گلدستہ حسیں
مشاطہ سخن ہے بر ای سخنوراں

ہر جا ہیں آشکار تراکیب دلنشیں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

دارالمصنّفین سے ہیں جو بھی منسلک
وہ لوگ ہیں روایت شبلی کے پاسباں

شبلی جہان شعر و ادب میں وہ نام ہے
جس کے بغیر ادھوری ہے اردو کی داستاں

یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر ہیں گامزن
یہ قافلہ ہے جانب منزل رواں دواں

کرتا ہے پیش ہدیہ تبریک و تہنیت
احمدؔ علی ہے اس کے محاسن کا قدرداں

آسماں کیسے کیسے

O

یہاں تھے مکین ومکاں کیسے کیسے
تھے اہل زباں اور بیاں کیسے کیسے

اس اقلیم دانش میں ہر دور میں تھے
سخن سنج اور حکمراں کیسے کیسے

سپہر ادب پر یہاں کے ہمیشہ
ستارے رہے ضوفشاں کیسے کیسے

یہ وہ مرکز علم وفن ہے جہاں تھے
مشاہیر اردو زباں کیسے کیسے

سہیل اور شبلی کی اس سرزمیں میں
ہیں مدفون نام آوراں کیسے کیسے

نہ تھے صرف برق اعظمی اور کیفی
بہت سے تھے ورد زباں کیسے کیسے

انہیں کے محاسن کا ہے یہ مرقع
عیاں اور نہاں تھے یہاں کیسے کیسے

ہے الیاس کا اک اہم کارنامہ
یہ ان کی کتاب آسماں کیسے کیسے

مصنف کے حسن بیاں سے ہے ظاہر
یہاں پر ہیں شیریں زباں کیسے کیسے

ادب دوستی اس کی ضرب المثل ہے
تھے جس کے یہاں قدرداں کیسے کیسے

ہے اظہر من الشّمس برقی یہاں پر
تھے موجود فخر جہاں کیسے کیسے

❁ ❁ ❁

مطالعات ومشاہدات

O

یہ مجموعہ مضامین ۲۰۱۰ء میں ادبی دائرہ اعظم گڑھ سے شائع ہوا۔اس میں مستقل علمی وادبی اور تنقیدی مضامین کے سوادسیوں وفیاتی مضامین شامل ہیں۔ان میں میرے والدمرحوم حاجی عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ میرے اساتذہ،احباب اوراساتذہ اردوشامل ہیں۔

اس کتاب کی بڑی پذیرائی ہوئی۔اہل قلم نے نثر میں اورشعرانے اپنے منظوم تاثرات سے ناچیزکو بڑاحوصلہ بخشا۔ڈاکٹر احمد کے جذبات ملاحظہ ہوں:

الیاس اعظمی کی ہیں دلکش نگارشات
شامل ہیں اس کتاب میں ان کے تاثرات

طرزبیاں سے ان کے یہ ہوتا ہے منعکس
عصری ادب کو رکھتے ہیں زیر مطالعات

''متعلقات شبلیؔ'' سے ان کی یہ ہے عیاں
ان کو بہت عزیز ہیں علمی مباحثات

کرتے ہیں فکر وفن پہ وہ بے لاگ تبصرے
ان کے شعور نقد کے ہیں یہ محرکات

وہ ہیں دیار شبلی کی عظمت سے روشناس
روشن ہیں ان پہ شعر وادب کی سبھی جہات

اہل نظر ہیں ان کے محاسن کے معترف
ہیں فکر وفن کے ان کے یہ برقی تصرفات

(مطبوعہ:۲۰۱۰ء)

❁ ❁ ❁

اثرات شبلی

O

۲۰۲۲ء میں راقم کی کتاب ''اثرات شبلی''، دوجلدوں میں شائع ہوئی۔سال کے اواخر میں لخت جگر محمد عثمان الیاس کا داخلہ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ہوااور وہ دہلی گئے تو اثرات شبلی بھی لیتے گئے اور ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیا،جس کی رسید انہوں نے درج ذیل اشعار سے دی:

آج دو جلدیں مجھے ''اثرات شبلی'' کی ملیں
ہیں جو الیاس اعظمی کی ایک زریں یادگار
عہد حاضر میں ہیں جو سب سے بڑے شبلی شناس
اپنی جو خدمات سے ہیں آج فخر روزگار
پیش کرتا ہوں مبارک باد میں اس کی انہیں
دے جزائے خیر انہیں اس کے لئے پروردگار
شہر اعظم گڑھ کے ہیں جو بھی مشاہیر ادب
کارناموں کا ہے ان کے ذکر وجہ افتخار
آج الیاس اعظمی ہیں نازش بر صغیر
ان کے ہیں مداح اقصائے جہاں میں بے شمار

مٹ نہیں سکتے کبھی ان کے نقوش جاوداں
سب کریں گے ان کا ذکر خیر برقی بار بار

یہ آخری کتاب تھی جوان کی خدمت میں پہنچی،اس کے چندماہ بعدراقم روٹین چیکپ کے لئےممبئی گیا۔واپسی ۵/دسمبر۲۰۲۳ء کوتھی۔ٹرین میں بیٹھنے سے پہلے ان کی سناؤنی آئی۔ناچیزدم بخود رہ گیا۔دوستی اورتعلقات کےتیس سال کے ایک ایک واقعات ذہن کے پردے پرگردش کرتے رہے۔اللہ تعالی اس حبیب خاص اورشبلی شناس کی مغفرت فرمائے۔

◆◆◆

ضمیمہ۔۱

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

بحیثیت مصنف

مرتبہ: مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی

''عہد حاضر کے معروف و ممتاز شبلی شناس جناب ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی کی علمی و ادبی خدمات پر برصغیر کے نامور نقاد و تخلیق کار ڈاکٹر سفیر اختر کی تازہ ترین کتاب پر منظوم تاثرات۔''

(احمد علی برقی اعظمی)

ہے سفیر اختر کی الیاس اعظمی پر جو کتاب
اس میں ہے ان کے شعور فکر و فن کا احتساب

ان کی ہے شبلی شناسی کا تعارف دلنشیں
جس کی دنیائے ادب میں ضوفشاں ہے آب و تاب

ان کی تخلیقی بصیرت کا ہے اس میں جائزہ

آج ہے جس کی بدولت ان کی شہرت بے حساب

عہد حاضر کے سفیر اختر ہیں ناقد معتبر
جن کی تخلیقات ہیں نقد و نظر میں انتخاب

''قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری'
اس تناظر میں یہ ان کا تجزیہ ہے لاجواب

کر رہا ہے پیش ان دونوں کو برقی تہنیت
اپنے ادبی کارناموں سے ہیں جو عزت مآب

❁ ❁ ❁

خورشید کامگار ہیں الیاس اعظمی

ضیا فاروقی مرحوم

پرلطف و پروقار ہیں الیاس اعظمی
اردو کے جاں نثار ہیں الیاس اعظمی

لکھا ہوا ہے ان کا ہر اک لفظ مستند
لفظوں کا اعتبار ہیں الیاس اعظمی

روشن ہے آسمان ادب ان کی ذات سے
خورشید کامگار ہیں الیاس اعظمی

شبلی پہ ان کا لکھا ہوا سب ہے معتبر
شبلی کے جانکار ہیں الیاس اعظمی

میدان شبلیات میں ہے ان کا رخشِ فکر
پیدل ہیں ہم سوار ہیں الیاس اعظمی

دارالمصنّفین کی رونق ہیں آنجناب
اس باغ کی بہار ہیں الیاس اعظمی

تشنہ لبان علم و ادب کہ نگاہ میں
صحرا میں آبشار ہیں الیاس اعظمی

لکھے قصیدہ ان کا ضیا کی بساط کیا
اپنے میں بے شمار ہیں الیاس اعظمی

❁ ❁ ❁

NAZR-E-SHIBLI
aur dusari nazmein

by:
Dr Ahmad Ali Barqui Azmi

compiled by:
Dr Muhammad Ilyas Azmi

Published by
ADBI DAIRA AZAMGARH
2025